# بائبلی زبانوں کی اہمیت

## اور اہل کلیسیاء

از: حنین وقاص خان

پیشکش مشیاخ تھیولاجیکل ویو

اسلام علیکم،

عزیز قاری، ہم جس معاشرے میں زندہ ہیں وہاں اگرچہ لسانیات کی کوئی خاص قدر و قیمت نہیں تو بھی ہمارا معاشرہ کثیر اللسان معاشرہ ہے جہاں ہم گھروں میں عموماً پنجابی، دفاتر و تعلیمی مدارس میں انگریزی اور روز مرہ کی عام بول چال کیلئے اردو زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ وطن عزیز کے مختلف علاقوں میں مقیم افراد ان تین بنیادی زبانوں کے علاوہ کوئی ایک مقامی بولی جیسے، سرائیکی، میانوالی، پشتو، سندھی، بلوچی وغیرہ بھی بول سکتے ہیں۔ زبانوں کے اس کثیر استعمال کے باوجود کتاب مقدس کی اصل زبانوں (عبرانی، آرامی، یونانی) کو ایسا غیر مانوس بوجھ خیال کیا جاتا ہے جسے اٹھانے کی کوئی خاص وجہ اہل کلیسیاء کے پاس نہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ بائبلی علوم کے حصول کو "نجات" سے جوڑ دیا جاتا ہے اور" زبانوں میں نجات نہیں" کے اصول کو اپنا کر ان زبانوں اور انکے متعلقہ علوم کو پس پشت پھینک دیا جاتا ہے۔ یا ان زبانوں کو مذہبی لیڈروں اور بائبل کالجوں کے دیواروں میں قید کر دیا جاتا ہے کہ کہیں گرجا گھر میں عبادت کے لئے آنے والے عام ایماندار ان کے بھاری بوجھ تلے دب نہ جائیں۔ افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے تراجم سے اس قدر مانوس ہو چکے ہیں کہ ہم یہ خیال کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے کہ کتاب مقدس اردو یا انگریزی زبان میں لکھی نہیں گئی تھی۔ نہ ہی ہم اس امر کی سنجیدگی سے واقف ہیں کہ کسی بھی زبان میں موجود کوئی تحریر محض چند سطور پر مشتمل کوئی پیغام نہیں ہوتا بلکہ ہر تحریر کے پیچھے مصنف کی سوچ، ثقافت، طرز فکر، معاشرہ، تہذیب و تمدن اور مقاصد کارفرما ہوتے ہیں جنکی حقیقی ترجمان اس تحریر کی اصل زبان ہی ہو سکتی ہے کوئی ترجمہ نہیں۔ کسی بھی زبان سے تھوڑی بہت واقفیت بھی ہمیں مصنف کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کا مقصد جامع طور پر سمجھنے میں کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مصنف کے الفاظ کا چناؤ اور ان الفاظ سے اسکی مراد، کسی مخصوص لفظ، جملے، یا محاورے کا مصنف کے مخصوص معاشرے میں استعمال کسی لفظ یا جملے کے ایک سے زائد مفاہیم، گرامر کی پیچیدگیاں اور اصل تحریر کے الفاظ کی آپس میں جگت، یہ ایسے امور ہیں جو ہم کسی بھی تحریر کے "ترجمہ" سے بھی جان نہیں سکتے۔ اور چونکہ کتاب مقدس بھی ایک "تحریر" ہے لہذا ان اصولوں کا اطلاق اس پر بھی لازم ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں کتاب مقدس کی زبانوں کو سیکھنے کی اہمیت پر روز دیا گیا ہے اور چند ایسے نکات پیش کئے گئے ہیں جنکے ملحوظ خاطر لانے سے راقم الحروف کی نظر میں کتاب مقدس کی زبانوں خاص کر عبرانی کے سیکھنے کی ضرورت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ دعا ہے یہ ادنی کاوش بہتوں کی علمی ترقی کا باعث ہو گی۔

- دنیا کی قدیم ترین زبان

کتاب مقدس کی عبرانی ویونانی زبان سیکھنے کی ایک دلچسپ وجہ یہ ہے کہ یہ زبانیں دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں شمار ہوتی ہیں۔ جنکی تاریخ تقریباپانچ ہزار قبل از مسیح کا احاطہ کرتی ہے۔ ان زبانوں خاص کر عبرانی زبان کا مطالعہ قدیم عبرانی ثقافت و تہذیب کو سمجھنے میں مددود ثابت ہوتی ہے اور ہم کتاب مقدس کے کرداروں کو انکے اطوار وطریق کو مزید درستی سے سمجھتے ہیں۔ قدیم عبرانی کا مطالعہ صرف بائبلی کتب تک محدود نہیں بلکہ یہ بائبل کی ہمعصر تہذیوں کو سمجھنے اور انکا تقابل کتاب مقدس کے ساتھ کرنے میں بھی معاون ہے جس سے ہم کتاب مقدس میں مرقوم بہت سی قدیم رسومات وروایات کو انکی معاشرتی پس منظر میں سمجھتے ہیں۔

جیسے ہم احبار ۲۱:۱۸ اور احبار ۲:۲۰-۵ میں مؔولک دیوتا کے لئے اطفال کو نذر آتش نہ کرنے کا حکم پڑھتے ہیں۔ مولک کون تھا۔؟ بچوں کو نذر آتش کرنے سے کیا مراد تھی؟ اور مولک کے ساتھ زناکاری کیا معانی رکھتی تھی یہ سب معلومات ہمیں قدیم، عبرانی اور اسکی ہم نسل زبانوں میں محفوظ آثار قدیمہ کی کھدائی سے ملنے والی دریافتوں کے ذریعہ ملتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے پاس محفوظ عہد جدید کے قدیم ترین متون یونانی میں ہیں عہد جدید یونانی میں لکھا گیا یا عبرانی / آرامی میں یہ ایک طویل بحث ہے البتہ عہد جدید کی یونانی کو سیکھنے سے ہم یونانی معاشرے سے بھی نزدیک ہو جاتے ہیں جو عہد جدید کی تدوین کے وقت اور بعد میں اسرائیل اور گردونوع میں اپنا اثر پیدا کر رہا تھا۔

بائبلی عبرانی ہمیں تقریباً ۲۵۰۰ سال قدیم ادب سے بھی شناسائی بخشتی ہے اور اسی میں انبیاء سے لے کر مسیحیت کی ابتدائی شکل کی خوبصورت تصویر موجود ہے۔ عہد جدید میں مستعمل اصطلاحات و محاورات دیگر یہودی ادب میں جو کہ مشنائی عبرانی میں محفوظ ہے ہمیں عہد جدید کی ایک نئی تفہیم عطا کرتا ہے۔

- متن کی زبان

کتاب مقدس کے سنجیدہ طالب علموں کے لئے اسکی اصل زبانوں کو سیکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مسیحیوں کا عہد عتیق اور یہودیوں کی تناخ (عہد نامہ قدیم کے لئے عبرانی اصطلاح) کا ننانوے فیصدے حصہ عبرانی میں لکھا گیا ہے۔ (چند حصے آرامی زبان میں بھی ہیں، آرامی سامی زبانوں میں سے ایک ہے اور عبرانی اور عربی سے بہت نزدیک ہے آرامی زبان عہد جدید کے یونانی متن کے پیچھے موجود عبرانی و آرامی سوچ کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے) خُدا تعالی نے بے شمار زبانوں میں سے صرف عبرانی زبان کو چنا کے اس میں الہام اول یعنی توریت، صحائف الانبیاء اور مقدس مزامیر قلم بند کروائے۔ پس عبرانی علم الہیٰ کی رو سے خُدا کی چنندہ زبان اقرار پاتی ہے جس میں خُدا نے پہلے پہل اپنا کلام نازل کیا۔ اسی طرح عہد جدید کا یونانی متن خُدا تعالی کی مرضی و منشا سے ہمارے پاس قدیم ترین یونانی میں محفوظ ہے۔

- مقدسوں کی زبان

عبرانی الہام کی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ان مقدس اشخاص کی مادری زبان ہونے کا اعزاز بھی رکھتی ہے جنہیں الہام عطا ہوا یا جنکے متعلق الہام ہوا۔ حضرت ابرہام، موسیٰ، یشوع، داود، سلیمان، سموئیل، ایلیاہ، الیشع، یرمیاہ، یسعیاہ، ملاکی، یوناہ، صفنیاہ، یسوع، پولوس، شاگردوں، ابتدائی کلیسیاء نیز کتاب مقدس کے کرداروں کی زبان یہی عبرانی تھی۔ بائبلی عبرانی شناسائی ہمیں ان اشخاص کے ایک قدم اور نزدیک لے آتی ہے اور انکے الفاظ، کلام اور

افعال کو انکی اصل زبان میں سمجھنے سے ایک عجیب مانوسیت کا احساس ہوتا ہے جو صرف ''ترجمہ'' سے کبھی نہیں ہو سکتا۔

- آسان زبان

مندرجہ بالا امور سے واقفیت کے بعد ایک نکتہ سنجیدہ طالب علموں کیلیئے عبرانی زبان کو سیکھنا لازم بنا دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ زبان سیکھنا نہایت آسان ہے۔ اور اگر طالب علم کو عربی سے بھی تھوڑا بہت شغف ہو تو یہ کام اور بھی دلچسپ اور آسان ہو جاتا ہے۔ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اردو زبان عربی سے بری طرح متاثر ہے اور یہی عربی اثر یعنی عربی الفاظ، گرامر و دیگر صرفی امور عبرانی زبان کے سیکھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں کہ کیونکہ عبرانی اور عربی ایک دوسرے سے بہت زیادہ نزدیک ہیں۔ چند الفاظ پر غور کریں:

| | | | |
|---|---|---|---|
| عربی | نفس | عبرانی | نیفیش |
| عربی | کل | عبرانی | کول |
| عربی | لسان | عبرانی | لاشون |
| عربی | جبار | عبرانی | گیبور |
| عربی | دُب | عبرانی | دوب |
| عربی | بِن | عبرانی | بین |
| عربی | احد | عبرانی | ایخاد |

نہ صرف الفاظ میں بلکہ گرامر، صرف و نحو اور بہت سے امور میں عبرانی عربی سے بہت نزدیک ہے اور چونکہ عربی اور اردو کا ایک گہرا تعلق ہے لہذا اردو خواندہ طالب علموں کے لئے عبرانی سیکھنا اہل مغرب کے مقابلہ میں زیادہ آسان ہے۔

- ## غیر کامل تراجم

اسکے علاوہ چند پیچیدہ وجوہات کی وجہ سے بھی کتاب مقدس کی زبانیں سیکھنا لازم ہے اور ان وجوہات میں سے سب سے اہم وجہ بلاشک وشبہ ہمارے تراجم کا غیر کامل ہونا ہے۔

اردو خواندہ افراد عام طور پر کتاب مقدس کا مطالعہ گھروں، گرجاوں، بائبل کالجوں یا سیمنریوں میں اردو زبان میں ہی کرتے ہیں، اسکے ساتھ ساتھ گیتوں اور نظموں کی صورت میں پنجابی زبور بھی رائج ہیں اور بعض افراد کتاب مقدس کو انگریزی زبان میں بھی پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن کلیسیاء پاکستان میں زیادہ رجحان "اردو ترجمہ" کا ہی ہے۔

یہ ایک طرح سے اعزاز کی بات ہے کہ ہم کتاب مقدس کو اپنی زبان میں پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔ کتاب مقدس کا پہلا معیاری اردو ترجمہ اٹھارویں صدی میں شائع ہوا اور بہت سے مراحل سے گزر کر آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اسکے علاوہ عصر حاظر میں اور بھی کئی اردو تراجم جیسے، کاتھولک کلیسیاء کا شائع کردہ ترجمہ، جیہوواہ وٹنس کا اردو ترجمہ، انٹرنیشنل بائبل سوسائیٹی کا اردو ترجمہ اور جیو لنک ریسورس کا اردو ترجمہ کلیسیاء کے مطالعہ کے لئے موجود ہے۔ تاہم سوال یہ ہے کہ کیا ہمارا ترجمہ "کامل" ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ "ترجمہ" انسانی کاوش ہے اور ہر انسانی کاوش میں غلطی کا امکان موجود رہتا ہے۔ خُدا تعالیٰ کا کلام ترجمہ کی صورت میں پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے آپ کا کوئی عزیز آپکو ایک ایسی زبان میں خط لکھے جسے آپ پڑھ یا سمجھ نہیں سکتے اور آپ اُسے ایک تیسرے شخص کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ تیسرا شخص خط کے مفہوم کو کس حد تک صحیح طور سے ادا کر پایا، یا سننے والے کو اپنی بات کہاں تک سمجھا پایا یہ

اس شخص کی قابلیت پر منحصر ہے لیکن یہ بات خط سننے والا کبھی جان نہیں سکتا۔ ہمارے مترجمین یقیناً دیانت دار اور قابل اشخاص تھے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ بہر حال انسان ہی تھے اور ترجمہ کرتے ہوئے متعدد مرتبہ ان سے بہت سی اغلاط بھی سرزد ہوئیں۔ چند مثالیں ملاحضہ ہوں۔

خُدا تعالی کا مقدس ترین نام، יְהוָה، یہوواہ، عبرانی متن میں چھ ہزار سے زائد مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اور ماسوائے چند مقامات کے اسکا ترجمہ ہمیشہ " خُداوند" کیا گیا ہے۔ جو کے سراسر غلط ہے۔ اسکی وجہ سمجھنا بہت آسان ہے، آگر آپکا نام " وقار" ہو اور آپکا نام انگریزی میں لکھا جائے تو اسے بہر صورت "وقار" ہی لکھا جائے گا "وقار" کا ترجمہ Respect, Honor, Dignity وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ لفظ " وقار" کے معانی اگرچہ انگریزی میں یہی ہیں لیکن چونکہ وقار ایک ذاتی اسم ہے لہذا لازم ہے کہ اس نام کا ترجمہ یا متبادل نہیں بلکہ دنیا کی ہر اُس زبان جس میں "وقار" لکھا جاسکتا ہے "وقار" ہی لکھا جائے۔ اسی طرح کتاب مقدس کے مطابق خُدا تعالیٰ کا ابدی نام "یہوواہ" ہے جو عہد عتیق میں تقریباً چھ ہزار مرتبہ خُدا تعالی کے اسم کے طور پر آیا ہے اسکا ترجمہ " خُداوند" مالک، آقا، خُدا کرنا ایک سنگین غلطی ہے۔ یہوواہ کے اسم کا ترجمہ "خُداوند" کئے جانے سے اخذ ہونے والی ایک عام غلطی یہ ہے کہ ہمیں اکثر یہ سننے کو ملتا ہے کہ خُدا تعالی نے حضرت موسیٰ کو کوہ سینا پر تجلی میں سے اپنا "نام" نہیں بلکہ صرف اپنا تعارف "میں جو ہوں سو ہوں" کے الفاظ میں کروایا۔ جبکہ اگر اصل متن کی طرف توجہ کی جائے تو تصویر اسکے بالکل برعکس ہے۔

خدا نے موسیٰ سے کہا "میں جو ہوں سو میں ہوں۔" سو تُو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ "میں جو ہوں" نے مجھے تُمہارے پاس بھیجا ہے۔ پھر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ تُو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ "خداوند" تُمہارے باپ دادا کے خدا ابرہام کے خدا اور اضحاق کے خدا اور یعقوب کے خدا نے مُجھے تُمہارے پاس بھیجا ہے۔ "ابد تک میرا یہی نام ہے اور سب نسلوں میں اِسی سے میرا ذکر ہو گا۔" خروج ۳:۱۴-۱۵، پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

مندرجہ بالا آیات کے ترجمہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جو "نام" خُدا تعالی نے بزرگ نبی موسیٰ کو بتایا وہ "میں جو ہوں سو ہوں" ہی تھا۔ لیکن جب ہم آیت کے عبرانی متن پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جس لفظ کا ترجمہ "خُداوند" کیا گیا ہے وہ عبرانی میں "یہوواہ יְהוָה" ہے اور یہی وہ نام ہے جو یہاں بتانا مقصود تھا۔

וַיֹּאמֶר אֱלֹהִים אֶל־מֹשֶׁה אֶֽהְיֶה אֲשֶׁר אֶֽהְיֶה וַיֹּאמֶר כֹּה תֹאמַר לִבְנֵי יִשְׂרָאֵל אֶֽהְיֶה שְׁלָחַנִי אֲלֵיכֶם׃ וַיֹּאמֶר עוֹד אֱלֹהִים אֶל־מֹשֶׁה כֹּה־תֹאמַר אֶל־בְּנֵי יִשְׂרָאֵל יְהוָה אֱלֹהֵי אֲבֹתֵיכֶם אֱלֹהֵי אַבְרָהָם אֱלֹהֵי יִצְחָק וֵאלֹהֵי יַעֲקֹב שְׁלָחַנִי אֲלֵיכֶם זֶה־שְּׁמִי לְעֹלָם וְזֶה זִכְרִי לְדֹר דֹּר׃

پس یہاں موزوں ترجمہ یوں ہونا چاہئے،

خدا نے موسیٰ سے کہا "میں جو ہوں سو میں ہوں۔" سو تُو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ "میں جو ہوں" نے مجھے تُمہارے پاس بھیجا ہے۔ پھر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ تُو بنی اسرائیل سے یوں کہنا کہ "یہوواہ" تُمہارے باپ دادا کے خدا ابرہام کے خدا اور اضحاق کے خدا اور یعقوب کے خدا نے مُجھے تُمہارے پاس بھیجا ہے۔ "ابد تک میرا یہی نام ہے اور سب نسلوں میں اِسی سے میرا ذکر ہو گا۔" خروج ۳: ۱۴-۱۵

یہوواہ ہی وہ "نام" ہے جسکے متعلق خُدا تعالی کا ارشاد ہے کہ "ابد تک میرا یہی نام ہے اور سب نسلوں میں اِسی سے میرا ذکر ہو گا۔" لیکن پادری صاحبان کے واعظوں، کتابوں اور لیکچروں میں ہمیں یہی سننے کو ملتا ہے کہ وہ "نام" یہوواہ نہیں بلکہ میں جو ہوں سو ہوں ہی تھا۔

اسی طرح لفظ "کلیسیاء" اور بپتسمہ یہ دونوں یونانی الفاظ ہیں اور انکا ترجمہ "مجلس / جماعت اور اصطباغ / غوطہ ممکن ہے۔ لیکن ہمارے مروجہ اردو ترجمہ میں انہیں اکثر مقامات پر جوں کا توں چھوڑ دیا گیا ہے۔ لفظ کلیسیاء یونانی اکلیسیا کی اردو شکل ہے اور اسکے معانی بلائے گئی جماعت یا مجلس وغیرہ ہیں۔ لفظ بپتسمہ کے معانی ڈبونے، رنگنے یا غوطہ دینے کے ہیں لیکن اسکا حال بھی کلیسیاء جیسا ہی ہے۔ تاہم کاتھولک اردو ترجمہ میں اسے عموماً "اصطباغ" سے ادا کیا گیا

ہے مگر لفظ کلیسیاء کے متعلق کا تھولک اردو ترجمہ کا رویہ قابل تعریف نہیں۔ ان الفاظ کے ترجمہ کے معاملہ میں مذہبی تعصب سے کام لیا گیا ہے اور یوں ان الفاظ کو ایسی "تھیولاجیکل خصوصیت" عطا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو ان الفاظ میں دراصل موجود نہیں۔

ترجمہ کے حوالہ سے ایک بات بے حد واضح ہے کہ قاری محض ترجمہ پر انحصار کرنے سے اصل متن سے بالکل ناقف رہتا ہے۔ اور وہ وہی پڑھتا اور ایمان لاتا ہے جو مترجم اسے بتانا چاہتا ہے۔ مثلاً،

וַיְהִי־עֶרֶב וַיְהִי־בֹקֶר יוֹם אֶחָד׃

"وَیہی عیریب وَیہی بوقیر یوم ایخاد"

(پیدائش ۱:۵، عبرانی متن اور تحت اللفظ ترجمہ)

اور شام ہوئی اور صبح ہوئی، سو پہلا دن ہوا۔

پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، ۲۰۰۴

پس شام ہوئی اور صبح ہوئی یعنی پہلا دن۔

(کلام مقدس، کاتھولک بائبل کمشن پاکستان، اشاعت نہم 2007)

تب شام ہوئی اور پھر صبح، یہ پہلا دن تھا۔

(ہندی بائبل)

شام ہوئی پھر صبح، یوں پہلا دن گزر گیا۔

(جیولنک ریسورس کنسلٹیٹس، ایل ایل سی، ۲۰۱۰)

سو شام اور صبح پہلا دن ہوا۔

(کتاب مقدس، نارتھ انڈیا بائبل سوسائیٹی، مرزاپور، ۱۸۷۰)

یہاں بظاہر زیادہ اختلاف نہیں، تمام تراجم یہی بتاتے ہیں کہ شام اور صبح ہوئی اور یہ "ہونا" پہلا دن کہلایا۔ آیت کے اس مرکزی پیغام کو مختلف انداز اور الفاظ سے ادا کیا گیا ہے لیکن قاری اس بات کا اندازہ کیسے لگا سکتا ہے کہ کون سا ترجمہ اصل عبرانی متن کو درستی سے پیش کرتا ہے؟ یا کون سا ترجمہ اصل متن سے زیادہ نزدیک ہے؟ کس ترجمہ میں لفظی ترتیب کو اپنایا گیا ہے اور کس میں صرف آیت کے پیغام کو بیان کرنے کے لئے لفظی ترتیب کو نظر انداز کیا گیا ہے؟

וַיֹּאמֶר אֱלֹהִים נַעֲשֶׂה אָדָם בְּצַלְמֵנוּ כִּדְמוּתֵנוּ

وائیومیر ایلوہیم نَاعَسہ آدام بےصَالمیےنو کِیدیموتینو

(پیدائش ۱:۲٦ عبرانی متن اور تحت اللفظ ترجمہ)

پھر خُدا نے کہا ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائی۔

(پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴)

پھر خُدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی مانند بنائی۔

(کلام مقدس، کاتھولک بائبل کمشن پاکستان، اشاعت نہم 2007)

تب خُدا نے کہا ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں۔

(کتاب مقدس، نارتھ انڈیا بائبل سوسائیٹی، مرزاپور، ۱۸۷۰)

اللہ نے کہا، آؤ اب ہم انسان کو اپنی صورت پر بنائیں وہ ہم سے مشابہت رکھے۔

(جیولنک ریسورس کنسلٹیٹس، ایل ایل سی، ۲۰۱۰)

تب خُدا نے کہا، آؤ ہم انسان کو اپنا ہم شکل بنائیں اور اپنی شبیہ پر بنائیں۔

ہندی بائبل

اس آیت کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ خالقِ انسان نے اسے کسی نہ کسی طرح اپنے جیسا تخلیق کیا۔ مگر خُدا نے اسے اپنی صورت "پر اپنی شبیہ "کی مانند بنایا؟ یا صرف اپنی صورت پر اپنی مانند؟ اپنی صورت پر اپنے مشابہ بنایا یا صرف ہم شکل؟ یہ اختلاف بظاہر چھوٹے سے ہیں اور علم الہیٰ کی روسے قاری پر ان سے کوئی خاص اثر نہیں پڑتا مگر قاری خُدا کے اصل پیغام کے متعلق لاعلم رہتا ہے۔ اور ایسے میں وہ صرف مترجم کی قابلیت، ذہانت اور دیانتداری پر منحصر رہتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ بہت سے مقامات پر اختلافات کی یہ حالت بے حد تشویش ناک ہے۔

ترجمہ چونکہ بہت عرق ریزی کا کام ہے جسکے لئے بہت قابلیت، وقت اور بے انتہاہ محنت کی ضرورت ہے۔ لیکن اسکی بھی اپنی حدود اور مسائل ہیں۔ بعض مرتبہ ایک ہی لفظ کے دو معانی ہوسکتے ہیں، پس ایک لفظ کو چھوڑ کر دوسرے کو اس پر فوقیت دینے کا فیصلہ کرنا ایک مشکل امر ہے خاص کر جب وہ لفظ کسی حساس موضوع سے متعلق ہو۔ اسکی چند مثالیں ذیل میں پیش خدمت ہے۔

בְּרֵאשִׁית בָּרָא אֱלֹהִים אֵת הַשָּׁמַיִם וְאֵת הָאָרֶץ׃

بیرےشِیت بارا ایلوہیم ایت ہاشّامائیم وےایت ہاآریص

(پیدائش ۱:۱ عبرانی متن اور تحت اللفظ ترجمہ)

ابتداء میں خُدا نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ پیدائش ۱:۱

(پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴)

اس آیت کے عبرانی متن کو مد نظر رکھتے ہوئے اس آیت کا ترجمہ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ

”جب خُدا نے آسمان کو اور زمین کو بنانے کی شروعات کی۔“

یہی ترجمہ ہمیں بعض انگریزی تراجم مثلاً NJPS وغیرہ میں نظر بھی آتا ہے۔اسی طرح پیدایش ۱:۲ میں مستعمل ایک ترکیب،

” اور خُدا کی روح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی۔“

بہت مقبول ہے تاہم آیت کے عبرانی متن سے دو مزید مفاہیم ادا ہوتے ہیں، اول،

” اور زوردار ہوا پانی کی سطح پر منڈلاتی تھی“

دوئم،

”اور خُدا کی طرف سے ہوا پانی کی سطح پر منڈلاتی تھی۔“

ایسی صورتحال میں  متن کی زبان سے ناواقف شخص دوسرے یا تیسرے ممکنا ترجمہ سے بے نیاز مروجہ ترجمہ پر اپنے علم الہیٰ کی بنیاد رکھتا ہے اور یہی امر ایماندار کے لئے خطرناک ہے۔کیونکہ وہ اپنے ”ترجمہ“  سے اس قدر مانوس ہو جاتا ہے کہ اصل متن کی عبارت کو بھی نظر انداز کرنے سے نہیں ہچکچاتا۔

اور اُس کو ”نہ جانا“ جب تک اُس کے ”بیٹا“ نہ ہُوا اور اُس کا نام ”یِسُوع“ رکھا۔ متی ۱:۲۵

پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

اس آیت سے متعلقہ دو امر قابل غور ہیں۔ اول، ”اسکو نہ جانا“  دوئم، ”یسوع“ ۔جب ہم اس آیت کا تقابل دیگر قدیم و جدید اردو، فارسی اور انگریزی تراجم سے کرتے ہیں تو ہمیں حیرت انگیز اختلاف نظر آتے ہیں۔

” اور اسے نہ جانا جب تک کہ وہ بیٹا نہ جنی اور اس نے اسکا نام یسوع رکھا۔“

(کلام مقدس، کاتھولک بائبل کمشن پاکستان، اشاعت نہم ۲۰۰۷)

''لیکن انہوں نے تب تک ان سے جنسی تعلق قائم نہیں کیا جب تک ان کا بیٹا نہیں ہوا۔''

(کتاب مقدس، ترجمہ نئی دنیا، واچ ٹاور بائبل اینڈ ٹریکٹ سوسائیٹی، امریکا۔ ۲۰۱۵)

''لیکن اس سے دور رہا جب تک کہ اس کے بیٹا نہ ہوا۔''

انٹر نیشنل بائبل سوسائیٹی۔

''لیکن جب تک اس کے بیٹا پیدا نہ ہوا وہ مریم سے ہم بستر نہ ہوا۔''

(جیولنک ریسورس کنسلٹیٹس، ایل ایل سی، ۲۰۱۰)

و باو نزدیکی نکرد تا آنکہ پسر نخستین خود را زائید پس او را عیسیٰ نام نہاد۔

(عہد نامہ جدید فارسی، ہنری مارٹن، برٹش اینڈ فارین بائبل سوسائیٹی لندن، ۱۸۷۶، بار ششم)

و تا پسر نخستیں خود را زائید او را نشاخت و او را عیسیٰ نام نہاد۔

(فارسی عہد جدید، برٹش اینڈ فارین بائبل سوسائیٹی لندن، ۱۸۹۵)

اور اس سے جب تک کہ وہ اپنا پہلا بیٹا نہ جنی ہم بستر نہ ہوا۔ اور اس کا نام عیسیٰ رکھا۔

(کتاب مقدس، ہنری مارٹن، برٹش اینڈ فارین بائبل سوسائیٹی لندن، ۱۸۱۹)

پر اسکو نا جانا، جب تک کہ وہ اپنا پہلوٹھا بیٹا نہ جنی۔ اور اس نے اسکا نام یسوع رکھا۔

(کتاب مقدس، نارتھ انڈیا بائبل سوسائیٹی، مرزاپور، ۱۸۷۰)

ان تمام تراجم میں ایک ہی یونانی لفظ ''گینو سکو'' کا ترجمہ جاننا، ہمبستر ہونا، جنسی تعلق قائم کرنا، نزدیکی لانا اور شناخت کرنا وغیرہ کیا گیا ہے۔ اس لفظ کے لغوی معانی اگرچہ جاننے یا علم رکھنے کے ہیں تاہم یہ عورت اور مرد کے جنسی تعلق

کو بیان کرنے کے لئے بطور ضرب المثل بھی یہودی ادب میں رائج ہے۔ مقابلہ کریں کا تھولک بائبل کا حاشیہ سے۔ مزید دیکھیں ۔ پیدائش ۴:۱

"اور آدم اپنی بیوی حوّا کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔۔۔"

پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

یہاں جس لفظ کا ترجمہ " پاس گیا" کیا گیا ہے وہ عبرانی میں "یداع" ہے جسکے معانی بھی گینو سکو کی طرح جاننے یا علم رکھنے کے ہیں دلچسپ طور پر یہی یونانی لفظ پیدائش ۴:۱ کے قدیم یونانی ترجمہ (یہ تقریباً ۲۴۰۰ ہزار سال پرانہ ترجمہ ہے) ہفتادہ بھی یداع کے متبادل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اسی لئے بعض اردو تراجم اسکا ترجمہ یوں کرتے ہیں،

"اور آدم اپنی جورو حوا سے ہمبستر ہوا اور وہ حاملہ ہوئی۔۔۔"

(کتاب مقدس، نارتھ انڈیا بائبل سوسائیٹی، مرزاپور، ۱۸۷۰)

"آدم حوا سے ہمبستر ہوا تو انکا پہلا بیٹا قابیل پیدا ہوا۔"

(جیولنک ریسورس کنسلٹیٹس، ایل ایل سی، ۲۰۱۰)

پس متی ۱:۲۵ کا زیادہ موزوں اور معانوی ترجمہ صحبت کرنا، ہمبستر ہونا، جنسی تعلق قائم کرنا وغیرہ ہیں۔ کیونکہ مرد کا عورت کو " جاننا" ( عبرانی یداع یونانی گینو سکو) یہودی محاورہ ہے جس سے مراد جنسی تعلق قائم کرنا ہے۔ یہ دونوں "ممکنا تراجم" ہیں لیکن یہ مشکل فیصلہ مترجم کرتا ہے کہ کون سا ترجمہ شامل کیا جائے قاری نہیں۔

دوئم ان تمام تراجم میں سے تین تراجم (عہد نامہ جدید فارسی، ہنری مارٹن، برٹش اینڈ فارین بائبل سوسائیٹی لندن، ۱۸۷۶، بار ششم)، (فارسی عہد جدید، برٹش اینڈ فارین بائبل سوسائیٹی لندن، ۱۸۹۵) اور (کتاب مقدس، ہنری مارٹن، برٹش اینڈ فارین بائبل سوسائیٹی لندن، ۱۸۱۹) پیدا ہونے والے بیٹے کا نام "عیسیٰ" بتاتے ہیں۔ لفظ یسوع اُردو

ترجمہ کی بدولت ہم تک پہنچاہے اور یہی اب مقبول و معروف بھی ہے۔ لیکن لفظ" عیسیٰ" کو اہل کلیسیاء میں زیادہ مقبولیت حاصل نہیں غالباً اسکی وجہ اہل اسلام میں اس نام کا استعمال ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ قاری کو اس بات کا اندازہ تک نہیں کہ عیسیٰ اور یسوع دونوں ہی محض تراجم ہیں اور مسیح کہ اصل عبرانی نام کے معرب ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عیسیٰ سیدنا مسیح کے عبرانی نام "یہوشوعا" کی آرامی شکل "عیشوعا" کا معرب ہے جبکہ یسوع اسی عبرانی نام یہوشوعا کا براہ راست معرب۔ جناب ہنری مارٹن کے پہلے اردو ترجمہ میں یہی لفظ عیسیٰ بطور مسیح کے اسم معرفہ کے تحت مستعمل تھا جسے بعد کے تراجم میں یسوع سے ادا کیا گیا اور ترجمہ کی یہ تبدیلی اس قدر مقبول ہوگئی کہ اب مسیح کے لئے "عیسیٰ" کے استعمال کو پسند نہیں کیا جاتا۔ اور ہم یہ بھی بھول گئے ہیں کہ عیسیٰ اور یسوع دونوں ہی "تراجم" ہیں "اصل" نام نہیں۔ سوئم، اس آیت کے دو تراجم کتاب مقدس، ہنری مارٹن، برٹش اینڈ فارین بائبل سوسائیٹی لندن، ۱۸۱۹۔ اور کتاب مقدس، نارتھ انڈیا بائبل سوسائیٹی، مرزاپور، ۱۸۷۰۔ یہاں پہلوٹھا بیٹا یا پہلا بیٹا کی ترکیب استعمال کرتے ہیں جسے بعد کے تراجم میں سے حذف کر دیا گیاہے۔ کاتھولک بائبل کمیشن اسکی وجہ یوں بتاتی ہے:

"بعض کم قدر نسخہ جات میں "پہلوٹھا بیٹا" پایا جاتا ہے۔۔۔"

یعنی پہلے کے تراجم میں کم قدر نسخہ جات کا استعمال کرتے ہوئے یہ اصطلاح شامل کی گئی جسے بعد کے تراجم میں شامل نہیں کیا گیا۔ یہ "کم قدر "نسخہ جات کون سے تھے جن پر کتاب مقدس کے پہلے اردو ترجمہ کی بنیاد رکھی گئی؟ اور وہ "گران قدر "نسخہ جات کون سے ہیں جن سے بعد کے تراجم نے استفادہ کیا گیا؟ کیا عام قاری کو یہ جاننے کا حق نہیں؟

مسیحیت کے زیادہ تر غلط عقائد، نقادین کے اعتراضات، اور ہمارے تراجم میں موجود اکثر مشکلات مترجمین کی اسی قسم کی اغلاط کی وجہ سے ہیں۔ یوحنا ۲:۴ کی ایک مثال ملاحضہ ہو:

یسوع نے اُس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔

پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

نقادین بائبل کا اس ترجمہ پر اعتراض ہے کہ یہاں سیدنا مسیح کا اپنی والدہ محترمہ کے لئے استعمال کیا ہوا جملہ "اے عورت" غیر مناسب ہے۔ تاہم دیگر تراجم میں حالت اس سے برعکس ہے۔

اے خاتون، میرا آپ سے کیا واسطہ؟ میرا وقت ابھی نہیں آیا۔

(جیولنک ریسورس کنسلٹینٹس، ایل ایل سی، ۲۰۱۰)

اے خاتون! ہمیں کیا؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔

ھندی بائبل

بی بی، اس سے ہمارا کیا لینا دینا؟

(کتاب مقدس، ترجمہ نئی دنیا، واچ ٹاور بائبل اینڈ ٹریکٹ سوسائیٹی، امریکا۔ ۲۰۱۵)

آیت کے یونانی متن میں مستعمل جملہ "Tί ἐμοὶ καὶ σοί, γύναι; οὔπω ἥκει ἡ ὥρα μου" (تحت اللفظ ترجمہ: ٹی ایموئی کائی سوئی گنائی اوپو ہیکے ہے ہوراموو۔ لفظی ترجمہ: کیا مجھ کو؟ اور تجھ کو؟ خاتون ابھی تک نہیں آتا ہے ال وقت میرا۔) دراصل ایک یہودی ضرب المثل ہے جسکی وضحات کتاب مقدس، ترجمہ نئی دنیا، واچ ٹاور بائبل اینڈ ٹریکٹ سوسائیٹی، امریکا۔ ۲۰۱۵ میں آیت کے حاشیہ میں بخوبی پیش کی گئی ہے۔

”*یونانی میں بی بی مجھے اور آپکو کیا؟۔یہ ایک محاورہ تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک شخص کسی بات سے متفق نہیں ہے یا ایک کام نہیں کرنا چاہتا۔“

پس اگر اصل متن کو ملحوظ رکھا جائے تو ایسی کوئی دقت پیش ہی نہیں آتی اور معترضین کے لئے کوئی موقع نہیں رہتا۔

عموماً ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں بات منتقل کرتے ہوئے اصل زبان میں کسی لفظ کے وہ معانی ادا نہیں کرپاتا جو اصل زبان میں رائج ہوتے ہیں۔ یوحنا ۲۰:۱۷ کے روایتی ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مسیح نے بی بی مریم مگدلینی صدیقہ کو اپنی قیامت کے بعد خود کو "چھونے" سے منع فرمایا تاہم جب ہم متی ۲۸:۹ میں اس واقع کو مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بی بی مریم نے اپنے ربی کو نہ صرف چھوا بلکہ انکے پاوں پکڑ کے انہیں سجدہ بھی کیا۔

مجھے نہ چھو۔۔پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

مجھ کو مت چھو۔۔(کتاب مقدس، نارتھ انڈیا بائبل سوسائیٹی، مرزاپور، ۱۸۷۰)

مجھے چھو مت۔۔(انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی)

لیکن متی میں ایک بالکل متضاد بات نظر آتی ہے۔

انہوں نے پاس آکر اسکے قدم پکڑ لئے اور اسے سجدہ کیا۔پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

انہوں نے پاس آکر اس کے پاوں پکڑ لئے اور اسے سجدہ کیا۔(انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی)

وہ اسکے پاس آئیں اور اسکے پاوں پکڑ لئے اور اسے سجدہ کیا۔(جیولنک ریسورس کنسلٹیٹس، ایل ایل سی، ۲۰۱۰)

یوحنا ۲۰:۱۷ میں مستعمل ہونی لفظ 'ہپٹومائی' کے معانی چھونا یا پکڑنا ہیں۔ اور جس حالت میں یہ یہاں استعمال ہوا ہے اسکا ترجمہ چمٹنا زیادہ موذوں ہے۔ اور یہی اکثر تراجم میں نظر بھی آتا ہے۔

مجھ سے نہ چمٹنا۔ (کلام مقدس، کاتھولک بائبل کمشن پاکستان، اشاعت نہم ۲۰۰۷)

میرے ساتھ چمٹی نہ رہ۔ (جیولنگ ریسورس کنسلٹیٹس، ایل ایل سی، ۲۰۱۰)

پس یہاں اگرچہ مجھے نہ چھو درست ترجمہ ہے لیکن آرامی / عبرانی سے یونانی اور پھر یونانی سے اردو میں منتقلی معاملہ کو اور پیچیدہ کر دیتی ہے۔

ہر ترجمہ کسی نہ کسی کی ذاتی تفسیر پر مبنی ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر مترجم ایک خاص طرز فکر، علم الہیٰ اور نظریہ کے تحت اصل متن یا اپنے ماخذ کا ترجمہ کرتا ہے۔ یہ امر اگرچہ اپنے آپ میں غلط بھی نہیں لیکن عموماً یہ خطرناک صورت اختیار کرلیتا ہے جہاں مترجم متن کا درست مفہوم بیان کرنے کے بجائے قاری کو اپنی تفسیر پیش کرتا ہے اور قاری اصل متن کی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے مترجم کی تفسیر کو ہی الہام خیال کرتا ہے جو کم از کم میری نظر میں گمراہ کن ہے۔

ہمارے تراجم عموماً جانبداری یا تعصب سے بھی کام لیتے ہیں۔ مثلاً جیسا پہلے ذکر ہوا ہے کہ ایک ہی لفظ دو یا دو سے زیادہ مفاہیم میں استعمال ہو سکتا ہے اور ایک ہی لفظ یا جملہ سے دو یا دو سے زائد معانی اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ ایسے میں اکثر تراجم ایک لفظ پر دوسرے اور ایک معانی پر دوسرے کو ترجیح دینے کی وجہ بتائے بغیر ترجمہ پیش کرتے ہیں جس سے قاری کی کلام اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج سے متعلق انفرادی آزادی محصور ہو کر رہ جاتی ہے۔ مثلاً

پیدائش 6 باب میں ایک اصطلاح "خُدا کے بیٹے" نظر آتی ہے۔ اور اسکے متعلق مسیحیت میں رو آراء موجود ہیں، اول اس سے مراد فرشتگان ہیں اور دوئم یہاں خُدا کے بیٹوں سے مراد انسان ہیں۔ عبرانی ترکیب کے لفظی معانی اگرچہ بنی

خُدا ہی ہیں لیکن اس سے یہ دونوں باتیں مراد لی جاسکتی ہیں کیونکہ عبرانی اصطلاح "خُدا کے بیٹے" ( בְּנֵי הָאֱלֹהִים بینے ہاایلوہیم) ہمیں ایوب کے صحیفہ میں دو مرتبہ (۱:۶، ۱:۲) نظر آتی ہے اور یہاں اس سے مراد یقیناً خُدا تعالیٰ کا آسمانی دربار یعنی "فرشتگان" ہی ہیں۔ اور تقریباً اپنا مکاتب فکر کی یہی رائے ہے کہ صحیفہ ایوب میں خدا کے بیٹے فرشتگان کو ہی کہا گیا ہے۔ پس لازم ہے کہ پیدایش 6 میں بھی اس اصطلاح سے مراد فرشتگان ہی ہوں۔ لیکن دوسرے نظریہ کے مطابق فرشتگان کا انسان سے جنسی تعلق قائم کرنا محال ہے لہذا لازم ہے کہ پیدایش ٦ میں اس اصطلاح سے مراد انسان ہی ہوں۔

پیدایش ٦ باب میں ایک اصطلاح "خُدا کے بیٹے" نظر آتی ہے۔ اور اسکے متعلق مسیحیت میں رو آراء موجود ہیں، اول اس سے مراد فرشتگان ہیں اور دوئم یہاں خُدا کے بیٹوں سے مراد انسان ہیں۔ عبرانی ترکیب کے لفظی معانی اگرچہ بنی خُدا ہی ہیں لیکن اس سے یہ دونوں باتیں مراد لی جاسکتی ہیں کیونکہ عبرانی اصطلاح "خُدا کے بیٹے" ( בְּנֵי הָאֱלֹהִים بینے ہاایلوہیم) ہمیں ایوب کے صحیفہ میں دو مرتبہ (۱:۶، ۱:۲) نظر آتی ہے اور یہاں اس سے مراد یقیناً خُدا تعالیٰ کا آسمانی دربار یعنی "فرشتگان" ہی ہیں۔ اور تقریباً اپنا مکاتب فکر کی یہی رائے ہے کہ صحیفہ ایوب میں خدا کے بیٹے فرشتگان کو ہی کہا گیا ہے۔ پس لازم ہے کہ پیدایش 6 میں بھی اس اصطلاح سے مراد فرشتگان ہی ہوں۔ لیکن دوسرے نظریہ کے مطابق فرشتگان کا انسان سے جنسی تعلق قائم کرنا محال ہے لہذا لازم ہے کہ پیدایش 6 میں اس اصطلاح سے مراد انسان ہی ہوں۔ کون سی رائے درست ہے اور کون سی نہیں یہ فیصلہ قاری کے لئے مترجمین کرتے ہیں اور یہ دونوں آراء بنا کسی وضاحت کے تراجم میں پیش کر دی جاتی ہیں۔

جب روے زمین پر آدمی بہت ہونے لگے اور ان سے بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ تو" خُدا کے بیٹوں " نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں۔۔۔(کتاب مقدس، نارتھ انڈیا بائبل سوسائیٹی، مرزاپور، ۱۸۷۰)

دنیا میں لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ ان کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ تب "آسمانی ہستیوں" نے دیکھا کہ بنی انسان کی بیٹیاں خوبصورت ہیں۔۔۔(جیولنک ریسورس کنسلٹیٹس، ایل ایل سی، ۲۰۱۰)

جب روے زمین پر آدمیوں کی تعداد بڑھنے لگی اور ان کے بیٹیاں پیدا ہوئیں تو "خُدا کے بیٹوں نے دیکھا کہ آدمیوں کی بیٹیاں خوبصورت ہیں۔۔۔(انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی۔)

جب روئے زمین پر آدمی بہت بڑھنے لگے اور ان سے بیٹیاں پیدا ہوئیں تو "خُدا کے بیٹوں" نے۔۔۔

(کلام مقدس، کاتھولک بائبل کمشن پاکستان، اشاعت نہم 2007)

لغوی اعتبار سے بینے ایلوہیم کا ترجمہ "فرشتے" کیا جا سکتا ہے کیونکہ لفظ "ایلوہیم" خُدا کے علاوہ فرشتگان کے لئے بھی عبرانی کلام میں استعمال ہوا ہے اور لفظ "بنی" عموماً نسل، قبیلہ یا ذات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے بنی نوع انسان، بنی آدم لغوی معانی انسان کے بیٹے۔ بنت حواہ لغوی معانی، حواہ کی بیٹی۔ پس اسکا ترجمہ "فرشتگان" ایک ممکنا ترجمہ ہو سکتا ہے۔ اور "خُدا کے بیٹے" کے بجائے اکثر تراجم ایوب کے صحیفہ میں یہی ترکیب استعمال کرتے بھی ہیں جیسے انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی کا ترجمہ، جیولنک ریسورس کا ترجمہ اور کتاب مقدس کی مطالعاتی اشاعت وغیرہ۔ لیکن قاری کے لئے یہ فیصلہ کرنے کا کوئی موقع نہیں۔

- حسن زبان

متن کی اصل زبان میں موجود ایک اور خصوصیت ایسی ہے جسے ترجمہ میں ظاہر کیا جانا ممکن ہے۔ اور وہ اصل زبان کا حسن و جمال ہے۔ کتاب مقدس کے عبرانی متن کو کلامِ الہیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین عبرانی ادب ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ اسی ادب کا حصہ میں متن کی ایسی خوبصورتی بھی شامل ہے جسے کسی بھی زبان کے ترجمہ میں ظاہر کرنا ممکن نہیں۔ یہ متنی خصوصیات اپنے آپ میں ایک طویل اور پُر لطف موضوع ہے لیکن ہم قاری کی دلچسپی کے لئے چند ایک کی نشاندہی کرتے ہیں۔

عموماً ایک ہی مادہ سے بننے والے الفاظ یا ہم صوتی (جنکی آواز ایک جیسی ہو مگر معانی مختلف) الفاظ کو جملہ میں ایک ساتھ مختلف مفاہیم میں استعمال کیا جاتا اسے انگریزی میں "ورڈپنز Word Puns" کہا جاتا ہے۔ اور یہ عہد عتیق کے عبرانی متن کے تقریباً ہر صفحہ پر موجود ہیں لیکن صرف تراجم سے استفادہ کرنے والے قاری ان سے انجان رہتے ہیں۔ یاد رہے انکا استعمال صرف تحریر کے انداز بیان میں خوبصورتی اور دلکشی لانے کی غرض سے کیا جاتا ہے متن کے پیغام پر انکا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ یہ متن کے مطالعہ کو مزید دلچسپ بنا دیتے ہیں۔ مثلاً

اور آدمؔ اور اُسکی بیوی دونوں "ننگے " (عَرُومیم) تھے اور شرماتے نہ تھے۔

پیدائش 25:2 پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

سانپ کُل دشتی جانوروں سے جِنکو خُداوند خُدا نے بنایا تھا "چالاک "(عارُوم) تھا۔

پیدائش 3:1 پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

یہاں جس لفظ کا ترجمہ " ننگے " کیا گیا ہے۔ وہ عبرانی میں עֲרוּמִּים (عَرُومیم) ہے۔ اگلی ہی آیت میں ہم پڑھتے ہیں کہ سانپ کل دشتی جانوروں میں سے "چالاک" تھا۔ اور اسکے لئے عبرانی لفظ " עָרוּם (عارُوم) ہے۔ یہ دونوں الفاظ ایک ہی مادہ سے ماخذ ہیں لیکن آیات میں آس پاس مختلف مفاہیم میں استعمال ہوئے ہیں۔

اسکے تیس بیٹے تھے جو تیس "جوان گدھوں" (عَیاریم) پر سوار ہوا کرتے تھے اور انکے تیس "شہر" (عَیاریم) تھے جو آج تک حووت یائیر کہلاتے ہیں اور جلعاد کے ملک میں ہیں۔ قضاۃ4:10۔پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

اس لفظی جگت میں پہلا لفظ جوان گدھا ہے جسکے لئے عبرانی لفظ עֲיָרִים (عَیارِیم) ہے اور دوسرا لفظ شہر (جمع) ہے جسکے لئے بھی عبرانی لفظ עֲיָרִים (عَیاریم) مستعمل ہے۔

۔۔۔"گدھے" (خَمور) کے جبڑے کی ہڈی سے " ڈھیر کے ڈھیر " (خمور، خاموراتایم) لگ گئے۔

"گدھے" (خمور) کے جبڑے کی ہڈی سے میں نے ایک ہزار آدمیوں کو مارا۔"

قضاۃ16:15، پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

یہاں لفظی جگت "گدھا" کے لئے لفظ חֲמוֹר "خمور" اور ڈھیر کیلئے لفظ חֲמוֹר "خمور" اور חֲמֹרָתָיִם "خموراتایم" کے درمیان ہے۔

تیری گردن داؤد کا برج ہے جو "سلاح خانہ" (تالپیوت) کے لئے بنا جس پر ہزار سپریں" لٹکائی" (تالوئی) گئی ہیں۔۔۔غزل الغزلات 4:4۔پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

اس آیت میں لفظی جگت لفظ سلاح خانہ (لفظی اونچائیاں) תַּלְפִּיּוֹת "تالپیوت" اور لٹکانے کے لئے لفظ תָּלוּי "تالوئی کے درمیان ہے۔

پھر خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا اور اُس نے فرمایا اَے یرمیاہ تو کیا دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ "بادام" (شاقید) کے درخت کی ایک شاخ دیکھتا ہوں۔ اور خداوند نے مجھے فرمایا کہ تو نے خوب دیکھا کیونکہ میں اپنے کلام کو پورا کرنے کے لئے "بیدار" (شوقید) رہتا ہوں۔یرمیاہ ۱:۱۰-۱۱ پاکستان بائبل سوسائیٹی لاہور، ۲۰۰۴

یہاں خوبصورت لفظی جگت "بادام" کے لئے عبرانی لفظ שָׁקֵד (شاقید) اور "بیدار" کے لئے استعمال ہوئے عبرانی لفظ שֹׁקֵד (شوقید) کے درمیان ہے۔

ایسے "ورڈپنز" زیادہ تر عبرانی ناموں کے بارے میں کثرت سے استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر خُدا نے انسان کو زمین کی مٹی سے بنایا۔ اردو میں یہ جملہ تقریباً بے معانی ہے کیونکہ اس سے انسان کے زمین کی مٹی سے بنائے جانے میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا لیکن عبرانی میں یہ تعلق واضح ہے۔ عبرانی میں انسان کے لئے "آدام" جبکہ مٹی کے لئے "آدامہ" مستعمل ہے۔ پس عبرانی متن کے اعتبار سے خُدا نے زمین کی "آدامہ" سے "آدام" کو بنایا۔ اسی طرح آدم کے بیٹے کا نام "قائین" یہ کہہ کر رکھا گیا کہ مجھے خداوند کی طرف سے ایک مرد ملا۔ اردو ترجمہ میں نام رکھنے کی یہ وجہ بے معانی ہے۔ جس لفظ کا ترجمہ اردو میں " ملا" یا دیگر تراجم میں "حاصل " کیا گیا ہے وہ عبرانی میں "قاناہ" ہے۔ پس عبرانی کے اعتبار سے "اسکے "قائین" پیدا ہوا اور اس نے کہا خُداوند کی طرف سے "قانیتی" مرد۔ قائین کو اپنے بھائی کو قتل کرنے پر یہ سزا دی گئی کہ وہ روئے زمین پر "آوارہ" ہوگا، عبرانی میں آوارہ کے لئے لفظ" نود" آیا ہے اور یہی اس علاقہ کا نام بھی ہے جہاں قائین جا بسا۔ شیت بی بی حوا کو ہابل کے عوض ملا اور عبرانی میں "عوض" کے لئے لفظ "شات" مستعمل ہے۔ نوح کا نام یہ کہہ کر رکھا گیا کے یہ ہمیں آرام دیگا اور عبرانی میں آرام کے لئے "نوآخ" استعمال ہوا ہے۔ فلج کا نام اس لئے فلج رکھا گیا کیونکہ زمین اسکے زمانہ میں تقسیم عبرانی " فلاج" ہوئی۔ حضرت یعقوب کا نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ وہ پیدایش کے وقت حضرت عیسو کی "ایڑی" عبرانی میں "عاقیب" پکڑے ہوئے تھے۔ اور سیدنا مسیح کا نام یہ کہہ کر "یہوشوعا" رکھا گیا کیونکہ یہوواہ باری تعالی انکے وسیلہ اپنی قوم کو "شوعا" یعنی نجات دیگا۔ (یہوشوعا بمعنی یہوواہ کی نجات، یہوواہ نجات دیتا ہے، یہو= یہوواہ۔ شوعا= نجات۔)

اسی طرح ایک اور صنعت عبرانی کلام میں شاعری وغیرہ میں یہ نظر آتی ہے کہ تمام نظم یا مرثیہ عبرانی حروف تہجی کی ترتیب میں لکھی جاتی ہے۔ یعنی ہر سطر عبرانی حروف تہجی کی ترتیب (ابجد) سے شروع ہوتی ہے یعنی پہلی آیت الف سے دوسری بیت سے۔ جیسے زبور ۲۵۔ ۳۷۔ ۱۱۱، ۱۱۲۔ ۱۴۵۔ امثال ۳۱:۱۰، ۳۱۔ نوحہ ۱:۱، ۲۔ وغیرہ۔ اسکی سب

سے اچھی مثال زبور ۱۱۹ ہے۔ جہاں پہلی آٹھ آیات الف سے دوسری آٹھ آیات بیت سے اور پھر اسی طرح تمام زبور میں آٹھ آٹھ آیات عبرانی حروف تہجی کی ترتیب سے لکھی گئی ہے۔

אַשְׁרֵי תְמִימֵי־דָרֶךְ הַהֹלְכִים בְּתוֹרַת יְהוָה׃אַשְׁרֵי נֹצְרֵי עֵדֹתָיו בְּכָל־לֵב יִדְרְשׁוּהוּ׃אַף
לֹא־פָעֲלוּ עַוְלָה בִּדְרָכָיו הָלָכוּ׃אַתָּה צִוִּיתָה פִקֻּדֶיךָ לִשְׁמֹר מְאֹד׃אַחֲלַי יִכֹּנוּ דְרָכָי
לִשְׁמֹר חֻקֶּיךָ׃אָז לֹא־אֵבוֹשׁ בְּהַבִּיטִי אֶל־כָּל־מִצְוֺתֶיךָ׃אוֹדְךָ בְּיֹשֶׁר לֵבָב בְּלָמְדִי מִשְׁפְּטֵי
צִדְקֶךָ׃אֶת־חֻקֶּיךָ אֶשְׁמֹר אַל־תַּעַזְבֵנִי עַד־מְאֹד׃בַּמֶּה יְזַכֶּה־נַּעַר אֶת־אָרְחוֹ לִשְׁמֹר
כִּדְבָרֶךָ׃בְּכָל־לִבִּי דְרַשְׁתִּיךָ אַל־תַּשְׁגֵּנִי מִמִּצְוֺתֶיךָ׃בְּלִבִּי צָפַנְתִּי אִמְרָתֶךָ לְמַעַן לֹא
אֶחֱטָא־לָךְ׃בָּרוּךְ אַתָּה יְהוָה לַמְּדֵנִי חֻקֶּיךָ׃בִּשְׂפָתַי סִפַּרְתִּי כֹּל מִשְׁפְּטֵי־פִיךָ׃בְּדֶרֶךְ
עֵדְוֺתֶיךָ שַׂשְׂתִּי כְּעַל כָּל־הוֹן׃בְּפִקֻּדֶיךָ אָשִׂיחָה וְאַבִּיטָה אֹרְחֹתֶיךָ׃בְּחֻקֹּתֶיךָ אֶשְׁתַּעֲשָׁע לֹא
אֶשְׁכַּח דְּבָרֶךָ׃גְּמֹל עַל־עַבְדְּךָ אֶחְיֶה וְאֶשְׁמְרָה דְבָרֶךָ׃גַּל־עֵינַי וְאַבִּיטָה נִפְלָאוֹת
מִתּוֹרָתֶךָ׃ גֵּר אָנֹכִי בָאָרֶץ אַל־תַּסְתֵּר מִמֶּנִּי מִצְוֺתֶיךָ׃ גָּרְסָה נַפְשִׁי לְתַאֲבָה אֶל־
מִשְׁפָּטֶיךָ בְכָל־עֵת׃ גָּעַרְתָּ זֵדִים אֲרוּרִים הַשֹּׁגִים מִמִּצְוֺתֶיךָ׃ גַּל מֵעָלַי חֶרְפָּה וָבוּז כִּי
עֵדֹתֶיךָ נָצָרְתִּי׃ גַּם יָשְׁבוּ שָׂרִים בִּי נִדְבָּרוּ עַבְדְּךָ יָשִׂיחַ בְּחֻקֶּיךָ׃ גַּם־עֵדֹתֶיךָ שַׁעֲשֻׁעָי
אַנְשֵׁי עֲצָתִי׃ דָּבְקָה לֶעָפָר נַפְשִׁי חַיֵּנִי כִּדְבָרֶךָ׃ דְּרָכַי סִפַּרְתִּי וַתַּעֲנֵנִי לַמְּדֵנִי
חֻקֶּיךָ׃ דֶּרֶךְ־פִּקּוּדֶיךָ הֲבִינֵנִי וְאָשִׂיחָה בְּנִפְלְאוֹתֶיךָ׃ דָּלְפָה נַפְשִׁי מִתּוּגָה קַיְּמֵנִי
כִּדְבָרֶךָ׃ דֶּרֶךְ־שֶׁקֶר הָסֵר מִמֶּנִּי וְתוֹרָתְךָ חָנֵּנִי׃ דֶּרֶךְ־אֱמוּנָה בָחָרְתִּי מִשְׁפָּטֶיךָ שִׁוִּיתִי׃
דָּבַקְתִּי בְעֵדְוֺתֶיךָ יְהוָה אַל־תְּבִישֵׁנִי׃ דֶּרֶךְ־מִצְוֺתֶיךָ אָרוּץ כִּי תַרְחִיב לִבִּי׃

زبور ۱۱۹ :۱تا۳۲ آیات۔ مسورتی متن کے مطابق۔

ایسی اور بہت سی مثالیں عہد نامہ عتیق کے عبرانی متن میں تقریباً ہر صفحہ پر موجود ہیں۔ لیکن اردو یا کوئی اور ترجمہ پڑھنے والے خُدا تعالیٰ کے کلام کی اس خوبصورتی کی داد دینے سے محروم رہتے ہیں۔

## • نتیجہ

اس تمام بحث سے کیا نتیجہ اخذ کیا جائے؟ کیا ہمارے اردو یا انگریزی تراجم نا قابل اعتبار ہیں؟ کیا انہیں مستند قرار دینا غلطی ہے؟ کیا کتاب مقدس صرف عبرانی یا یونانی میں ہی سمجھی جا سکتی ہے؟ شاید نہیں!

ہمارے تراجم قابل اور ماہر علماء کی ان تھک محنت، لگن اور جدوجہد کا ثمر ہیں جن میں اصل متن کو پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے اسکے باجود ہم یہی کہہ سکتے ہیں کتاب مقدس کے سنجیدہ مطالعہ کے لئے صرف تراجم کافی نہیں۔ اگر آپ خُود کو کتاب مقدس کا سنجیدہ طالب اور کتاب مقدس کو کلام الٰہی خیال کرتے ہیں تو آپ اپنے علم الٰہیٰ کی تفہیم کے لئے صرف تراجم پر انحصار نہیں کرسکتے۔ آپکو بہر طور کلام الٰہیٰ کی اصل زبانوں سے قربت بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اسکا ایک حل تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے مطالعہ میں مختلف تراجم کا تقابل، بائبل مقدس کی تنقیدی اور مطالعاتی اشاعتوں سے استفادہ اور یونانی اور عبرانی انٹرلینئرز وغیرہ کی طرف رجوع کریں تاکہ آپ کسی حد تک متن سے واقف ہو سکیں۔ مگر ایک افسوس ناک حقیقت یہ بھی ہے کہ اردو زبان میں ایسا مواد نہ ہونے کے برابر ہے۔ دوسرا حل اسکا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ متن کی زبان سے واقفیت حاصل کریں تاکہ کلام اللہ سے براہ راست پڑھ کر خود نتائج حاصل کر سکیں۔

عزیز قاری اگرچہ یہ تحریر مصنف کی ذاتی رائے پر مبنی ہے اور آپکا اس سے اتفاق کرنا لازم نہیں تو بھی اگر آپ مندرجہ بالا امور سے متفق ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ آپ متن کی اصل زبانوں کو اتنی ہی اہمیت دیں جتنی خُود متن کو دی جاتی ہے کیونکہ بہرحال کتاب مقدس کا متن انہی زبانوں میں محفوظ ہے۔ اس بارے میں ذیل میں چند تجاویز اس امید سے پیش کی جاتی ہیں کہ ان پر عمل درآمد سے کلیسیاء پاکستان کے بائبلی علوم خاص کر اصل زبانوں کے ساتھ مروجہ رویے میں تبدیلی ضرور رونما ہو گی۔ اور اس آخر زمانہ میں بقول نبی فلک پر چمکنے والے اہل دانش میں کلیسیاء پاکستان کے ایماندار پیش پیش ہونگے۔

سب سے پہلے ہمیں ہر اس موضوع کو جسے حسب روایت ماضی میں زیر بحث نہیں لایا گیا "نجات" سے جوڑنا بند کرنا ہو گا۔ نجات صرف اس احساس کا نام نہیں جو آپ ہر اتوار گرجاگھر جانے، گیت گانے اور ہدیہ گذرانے سے ملتا ہے۔ ایسی ہی بہت سے عقائد گر دونوع میں ہو بہو موجود ہیں۔ نجات اس آگاہی کا نام جو آپکو خُدا تعالیٰ کے کلام سے اپنے بارے میں دوسروں کے اور خُدا تعالیٰ کے بارے میں حاصل ہوتی ہے۔ اگر آپ خُود کو نجات یافتہ خیال کرتے ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ آپ نجات دہندہ کے کلام کے متعلق گہری سے گہری بات کی کھوج کریں اور اس سے قریب سے قریب تر ہوتے جائیں اور ایسے میں ہر وہ موضوع جو آپ کو نجات دہندہ کے اور بھی قریب لا سکے اور اسکے کلام کی مزید تفہیم دے سے لازم ہے۔

بائبلی علوم سے متعلق ایک اور رویہ جسے تبدیل کرنے کی اشد ضرورت ہے یہ ہے کہ کلیسیاء نے ساری ذمہ داری مذہبی لیڈران کے کاندھوں میں رکھ چھوڑی ہے اور چونکہ کلیسیاء کو بائبلی علوم سے دلچسپی نہیں اسی لئے پادری، بشپ اور فادر صاحبان کو بھی نہیں، مذہبی لیڈران کو نہیں اسی لئے کلیسیاء کو نہیں اور یہ دائرہ یونہی گھومتا ہے۔ اب وقت ہے کہ اس دائرہ سے باہر نکلا جائے۔ بائبلی علوم کو سیمنری اور بائبل کالجوں کی اونچی دیوار سے نکال کر عام کلیسیائی فرد تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ آپکو ارشادِ عظیم کی رو سے "شاگرد" ہونے کے لئے بلایا گیا ہے اور لفظ شاگرد سے مراد پہلی صدی عیسوی میں ایسے طالب علم تھے جو خُدا تعالیٰ کے کلام کے حصول کے لئے اپنا سب سے ترک کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ یہ صرف پادری و فادر صاحبان کی ذمہ داری نہیں کہ وہ بائبلی علوم حاصل کریں بلکہ لازم ہے کہ آپ بھی اتنے ہی قابل ہوں جتنے آپ کے مذہبی لیڈر۔ اسی کے ساتھ ساتھ مذہبی لیڈران پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کلیسیاء کی دلچسپی کے لئے اپنے واعظوں اور خطابوں میں اصل زبانوں کی طرف رجوع کریں۔ کلیسیاء میں کتاب مقدس کی تلاوت اصل زبانوں میں کرنے کا رواج اپنا جائے تاکہ کلیسیاء خاص کر نوجوانوں میں اصل زبانوں کے متعلق دلچسپی پیدا ہو۔ موسیقی کے حوالہ سے بھی عبرانی، آرامی موسیقی جو کہ قدیم مشرق کی خوبصورت موسیقی میں سے بلاشبہ اولین ہے میں ایسی دھنیں اور گیت مرتب کئے جائیں

جنہیں عام کلیسیائی افراد روز مرہ کی بنیادوں پر اپنی پرستش کے دوران استعمال کر سکیں۔ پیشواوں کو چاہیئے کہ کلیسیاء کے لئے شفایا میٹنگز اور تعلیمی سیمینارز کی طرح بائبلی علوم کے حصول کے لیے خاص تقاریب کا انعقاد کیا جائے جہاں ہفتہ یا ماہ وار کی بنیاوں پر بائبلی علوم کے حصول کو عام افراد کے لئے ممکن بنایا جائے۔

ہمارے نام نہاد مسیحی ٹی وی چینلز جو صرف چندہ بٹورنے اور عجیب و غریب گیتوں کی تشہیر میں مصروف عمل ہیں کو چاہیئے کہ اِن چینلز پر تعلیمی پروگرامز اور شوز کا انعقاد کریں جس میں کلیسیاء کے لئے وہ تمام علوم گھر بیٹھے حاصل کرنے میں آسانی ہو جو وہ بائبل کالجوں اور سیمنریز میں جا کر حاصل نہیں کر سکتے۔ نوجوانوں کے لئے خاص طور پر ایسے کوئز پروگرامز و تعلیمی سرگرمیاں مہیا کی جائیں جس سے ان میں بائبل کی پیچیدہ اور مشکل مضامین میں دلچسپی پیدا ہو۔ ہمارے علماء، اہل قلم تعلیمی مدارس اس حوالہ سے ایک اہم کردار یہ ادا کر سکتے ہیں عبرانی، آرامی و یونانی لٹریچر کا ترجمہ اردو زبان میں اصل زبانوں کے ساتھ فراہم کیا جائے۔ گرامر کی کتب، لغات اور اسی طرح کی کتب مناسب قیمیت پر مسیحی کتب خانوں میں میسر کی جائیں۔ اور کلیسیائی افراد کو اس حوالہ سے صرف ایک کام کرنے کی ضرورت یہ ہے کہ وہ مطالعہ کے شوق پیدا کریں۔ ہمارے ہاں گنے چنے موضاعات پر ہی قلم کو جنبش دی جاتی ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ کلیسیاء میں مطالعہ کا رجحان نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ تمام تجاویز دیرپا ہیں اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج مستقبل قریب میں رونما ہونا مشکل ہے تو بھی کامل امید یہ ہے اگر ان میں سے تمام یا محض چند ایک پر ہی سنجیدگی سے عمل درآمد کیا جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ کلیسیاء پاکستان، روحانی، اخلاقی اور تعلیمی ترقی میں بلند ترین مقام کو پہنچ جائے گی۔